مشائخِ خانقاہ قادریہ " چھوہر "ہری پور کی دینی فکر کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Religious Thoughts of Spiritual Figures of Khānqāh-e-Qādriya Chohar Haripur

*نوید خان

**ڈاکٹر محمد ریاض خان

Abstract

The founder of Khānqāh-e-Chohar Haripur (Qādriya Silsilah) was Khwāja Muhammad Abdul Rahman Chohārvi (1840-1924), who born in Chohar, a village in Haripur District (Pak). Khwāja Muhammad Mehmood ul Rehman (1907-1986) was the Khalīfa and successor of Khwāja Abdul Rehman Chohārwi. After the demise of his Sheikh, he remained benefiting people by connecting them to Allah and ingraining the love of Allah in their hearts. After his death the new Sheikh of Khānqāh-e- Qādriya Chohar was Khwāja Muhammad Ṭayyab ul Rehman (1935-1995).

Khwāja Muhammad Ahmed Rehman is the Fourth Khalīfa after Khwāja Abdul Rahman Chohārvi. Khwāja Muhammad Ahmed Rehman is the son of Khwāja Ṭayyab Rahman. In 1995, he was appointed the successor of his father Khwāja Ṭayyab Rahman.

*ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ، جامعہ ہری پور

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و مطالعہ مذاہب، جامعہ ہزارہ، مانسہرہ

He is a‘ scholar and thinker, known for the reformist, Revolutionary and progressive ideology, therefor, Khānqāh-e-Qādriya Chohar is not only a Khānqāh but also a religious, spiritual and political place for the people of Hazāra. The life and work of Mashāikh-e-Chohar yields many precious lessons for the Muslim Ummah. This paper attempts to enlighten many aspects the ideology of Mashāikh-e-Chohar and explores there scholarly contribution towards Hazāra’s politics, education and spiritual fields.

Keywords: *Tasūf, Tazkiya, Shari‘at.Qura’n, Sunnah*

خانقاہ قادریہ چھوہر کا تعارف:

چھوہر ہزارہ میں ہری پور شہر سے مغرب کی جانب 2 کلو میٹر کے فاصلے پر سر سبز و شاداب **اور** دل فریب مناظر سے بھرپور ایک گاؤں ہے۔ چھوہر میں خانقاہ قادریہ کی بنیاد خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہرویؒ نے اپنی کمسنی میں تقریباً1860ء میں رکھی جس سے ہزارہا نفوس نے دین کی جامعیت کا سبق حاصل کیا۔اس خانقاہ نے اپنے دور کی روایتی خانقاہوں کے بر خلاف فکری اور عملی میدان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جب انگریز سامراج کے خلاف تحریک آزادی کو ایک نئے دور میں داخل کیا تو اس خانقاہ کے مشائخ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور مخلوق خدا کی روحانی و اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کو غلامی کی دلدل سے نکالنے کی بھی جدوجہد کی۔اس خانقاہ کا عمومی مزاج ہے کہ اس نے دین کی جامعیت کو ملحوظ خاطر رکھا۔ چنانچہ اس خانقاہ نے شریعت وطریقت اور سیاست کے میدان میں بنیادی کردار ادا کیا۔[1]

خانقاہ قادریہ چھوہر کی خصوصیت:

خانقاہ قادریہ چھوہر کے بانی خواجہ چھوہرویؒ نے تصوف میں انسان دوستی اور تزکیہ نفس کے اجتماعی ثمرات پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ اس خانقاہ کے عمومی مزاج میں طویل مجاہدے، ریاضت اور اذکار کے ساتھ ساتھ عملیت پسندی اور اعلیٰ انسانی اخلاق پیدا کرنے کا جذبہ ہمیشہ کار فرما رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس خانقاہ کی تعلیمات عام فہم اور انسانی فطرت سے قریب تر ہیں۔اس خانقاہ کے مشائخ روحانیت میں بلند مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے گردو پیش کے حالات سے بھی مکمل آگاہی رکھتے رہے ہیں۔اس حوالے سے خانقاہ کی

چار دیواری میں محصور ہونے اور معاشرے کے عصری تقاضوں سے لاتعلق و بے خبر رہنے کا مزاج اس خانقاہ کا کبھی نہیں رہا۔ خانقاہ پر اکتساب فیض کے شائقین اور متعلقین میں خشیت الٰہی و تقویٰ، عشقِ الٰہی اور حبِّ رسول ﷺ کا جذبہ پیدا کرنا اس خانقاہ کا خصوصی امتیاز رہا ہے۔[2]

خانقاہ قادریہ چھوہر کے مشائخ:

اس خانقاہ کے اب تک چار مشائخ کے اسماء درج ذیل ہیں۔

1۔ خواجہ محمد عبدالرحمٰنؒ (1840ء-1924ء)

2۔ خواجہ محمد محمودالرحمٰنؒ (1907ء-1986ء)

3۔ خواجہ محمد طیب الرحمٰنؒ (1935ء-1995ء)

4۔ خواجہ محمد احمد الرحمٰن (مسند نشین)

ذیل میں اس خانقاہ کے مشائخ کا تعارف کراتے ہوئے ان کی دینی فکر کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

1۔ خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہرویؒ

خواجہ عبدالرحمٰنؒ کی ولادت 1262ھ/1840ء میں "چھوہر" میں ہوئی اِسی نسبت سے آپؒ چھوہروی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام فقیر محمدؒ تھا۔ آپ کے والد کے متعلق تفصیل نہیں ملتی۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے دور کے بڑے نیک انسان تھے۔ آپ کی عمر آٹھ سال تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ قرآنِ پاک کی تعلیم اپنے گاؤں "چھوہر" میں ہی حاصل کی۔ علوم تفسیر، حدیث، فقہ ودیگر علوم اسلامیہ باقاعدہ طور پر آپ نے کسی سے نہیں پڑھے۔ آپ کے بارے میں معروف یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو وہبی طور پر علوم و معارف میں غیر معمولی ملکہ عطاء فرمایا تھا۔[3]

کشمیر کے ایک بزرگ جناب یعقوب شاہ (گن چھتریؒ) آپ کے گاؤں چھوہر میں تشریف لائے جنھوں نے آپ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمایا اور بعد ازاں مجاز بھی کیا۔[2] آپ کے دو بیٹے فضل الرحمٰنؒ اور فضل

السبحانؒ پہلی زوجہ سے پیدا ہوئے۔ آپ کی دوسری شادی ضلع ایبٹ آباد کے گاؤں "گوجری" کے ایک معزز خاندان کے متورع و متشرع ہستی میاں برکت اللہ کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے خواجہ محمد محمود الرحمٰنؒ متوفی (1987ء) پیدا ہوئے۔ آپ کا انتقال تقریباً 80 سال کی عمر میں 1342ھ/1924ء کو ہوا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے خواجہ محمد محمود الرحمٰنؒ مسند نشین ہوئے پھر اُن کے انتقال کے بعد آپ کے پوتے خواجہ محمد طیب الرحمٰنؒ متوفی (1990ء) بعد ازاں آپ کے پر پوتے خواجہ محمد احمد الرحمٰن مسند نشین ہوئے جو اس وقت خانقاہ قادریہ چھوہر کے جملہ امور انجام دے رہے ہیں۔[4]

حضرت خواجہ چھوہرویؒ نے دعوت الی الحق، تزکیہ نفوس، اصلاح ظاہر و باطن اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت میں جو کردار ادا کیا ہے زیرِ نظر سطور میں اس کو اُن کی دینی فکر کے تجزیاتی مطالعہ کے تناظر میں پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) جامعیت تصوّف و سلاسلِ اربعہ:

خواجہ چھوہروی تصوف کی جامعیت کے قائل ہونے کے ساتھ تصوّف کے سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سے خلافت یافتہ تھے اور خصوصا سلسلہ قادریہ کے فیوضات و کمالات کا مظہر تھے۔ اِس کے اثرات نمایاں طور پر اُن کے مزاج اور طریقہ تربیت میں دیکھے جا سکتے ہیں جس کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں۔

1۔ ابتدائی ذکر و اذکار، فکر و شعور کی بلندی اور روحانی عروج و ترقی کے حوالے سے آپ میں سلسلہ "قادریہ" کا رنگ غالب تھا۔

2۔ جذب و کیف اور قبولیتِ عامہ، نیز عوامی رابطے کے لحاظ سے آپ میں سلسلہ "چشتیہ" کے اثرات نمایاں تھے۔

3۔ طبیعت و مزاج میں ٹھہراؤ، عقل و فہم میں پختگی اور فکر و شعور میں گہرائی کے حوالے سے آپ میں سلسلہ "نقشبندیہ" کا ظہور دکھائی دیتا تھا۔

4۔ تصوف و سلوک کے اطوار و آداب، نظم و نسق اور انتظامی صلاحیت کے شعور اور طبعی اُنس و طمانینت کے حوالے سے آپ میں سلسلہ "سہروردیہ" کا اثر دکھائی دیتا تھا۔[5]

(ب) مدارسِ دینیہ کی ضرورت:

آپ مدارسِ دینیہ کو ہزارہ کے خطے پر دینِ اسلام کے فروغ کے لئے ضروری خیال فرماتے تھے۔آپ کی خواہش تھی کہ عوام الناس میں بالعموم اور نوجوانوں میں بالخصوص قرآنی تعلیمات کو عام کیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے 1325ھ/1902ء کو ہری پور شہر میں دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔اسی طرح اپنے گاؤں چھوہر میں خانقاہ قادریہ کے متصل دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ (بنات) کی بھی سرپرستی کرتے تھے۔ان مدارس کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ آپ نے مکاتب اسلامیہ و مدارس دینیہ کا ایک مربوط نظام قائم فرمایااوران مدارس کی آپ نے تمام عمر سرپرستی اور رہنمائی فرمائی۔آپؒ کے قائم کردہ مدرسہ میں ابتدائی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ریاضی اور دیگر عصری علوم کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔

مدارس کے اساتذہ کے لئے ضابطہ اخلاق تیار کیا گیا تھا جس کی رو سے ان کی تربیت بھی کی جاتی تھی اور طلباء پر بھی نے سختی کی بجائے ان کی صلاحیت اور مزاج کو پیشِ نظر رکھا جاتا تھا۔ادارے کے قیام کے اہداف و مقاصد درج ذیل تھے۔

1. علوم قرآنیہ کی بنیادی اور حقیقی تعلیمات نوجوان نسل کے سامنے پیش کرنا۔
2. انسانی سماج کی تشکیل کے بنیادی علوم اوران کو قرآنی اصول سے واقفیت بہم پہنچانا۔
3. علوم قرآنیہ کی اساس پر روحانی،اخلاقی اور شعوری تربیت کا اہتمام کرنا۔[6]

دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ:

آپؒ نے اسلام کے دینی و علمی سرمایہ کی حفاظت اور مسلمانوں کے دینی تعلق واحساس کو باقی رکھنے کے لئے مدارس کا قیام ضروری سمجھا جو مسلمانوں کو دینی واخلاقی زوال سے محفوظ رکھیں،اوراُن میں ایسے علماء تیار ہو کر نکلیں جو اسلامی شریعت وفقہ سے گہری واقفیت رکھتے ہوں اوراُن میں داعیانہ روح اور رضاکارانہ خدمت و اشاعتِ علم کا جذبہ ہو اور جو حکومت کی امانت وسرپرستی کے بغیر مسلمانوں کی دینی خدمت اور رہنمائی اور علم کی اشاعت و حفاظت کا فرض انجام دے سکیں،اِن مدارس میں ملک کے دیگر بڑے مدارس کے علاوہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ (ہری پور) کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔

خواجہ صاحب نے یہ ادارہ ایک چھوٹے سے مدرسہ کی حیثیت سے قائم کیا لیکن اس کے ذمہ داروں اور مدرسہ کے اساتذہ کے اخلاص، قناعت اور ایثار کی بدولت برابر ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی حیثیت ہزارہ کی سطح پر ایک بڑی اسلامی درسگاہ ہو گئی۔اس مدرسہ کی ساری ترقی و توسیع، شہرت و مقبولیت خواجہ عبدالرحمٰنؒ

چھوہروی کے اخلاص وللّٰہیت، بلند ہمتی وبلند نظری کی مرہون منت ہے جو ابتداء ہی سے اس کے انتظام و انصرام میں شریک تھے،اور اُنھوں نے اپنی ساری علمی و فکری صلاحیتیں اور توجہات اس پر مرکوز فرمادیں، خوش قسمتی سے دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کوروزِاول سے مخلص کارکن اور صاحبِ دل اساتذہ کاتعاون حاصل رہا،جس کی وجہ سے تقویٰ وطہارت، اخلاص،تواضع اور خاکساری کی روح ہزارہ کے ماحول پر طاری رہی،ان کے باکمال اور مشہور اساتذہ یہ ہیں۔ قاضی عبدالسبحان (ہری پور)،مولانا خلیل الرحمٰن (سکندر پور)، مفتی سیف الرحمٰن (کھلابٹ)، مولانا زبیر شاہ(اٹک)، مولٰناعبدالحکیم قادری (لاہور)، مولٰنا امیر شاہ (پشاور)، مولٰنا اللہ دتہ (سرگودھا)، مولٰنا امیر علی شاہ (مانسہرہ)، مولٰنا دلنواز (فیصل آباد)، مولٰنا محبوب (مردان)، قاضی محمد ارشاد (میرپور کشمیر)، مولٰنا معرفت حسین (مانسہرہ)۔

دارالعلوم کادائرہ عمل روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتارہا،اس کی شہرت اوراساتذہ دارالعلوم کے صلاح وتقویٰ اوران کی مہارتِ خصوصی کے چرچے دور دور پھیل گئے۔ جن کوسن کر پاکستان کے مختلف گوشوں سے کثیر تعداد میں طلباء حصولِ علم دین کے لئے وہاں آئے۔ سال 2015ء کے اعداد وشمار کے مطابق زیر تعلیم طلباء کی تعداد تقریباچار سو ہے۔دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کی سو سالہ تاریخ میں تحصیلِ علم کر کے نکلنے والوں کی تعدادچار ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ جن میں ڈھائی ہزار فارغ التحصیل علماء ہیں جنھوں نے سند فراغ حاصل کی۔[7]

اس دارالعلوم کا شمار پاکستان کے قدیم اداروں میں ہوتاہے۔ لیاقت علی خان مرحوم سابقہ وزیر اعظم پاکستان ،سردار عبدالرب نشتر اور فضل القادر چوہدری جیسے ملک کے ناموراور مشاہیر اس مدرسے میں تشریف لاچکے ہیں اور اپنی گراں قدر رائے کااظہار کر چکے ہیں۔[8] ہزارہ کے مسلمانوں کی دینی زندگی پر دارالعلوم کے فضلاء کی اصلاحی کوششوں کے نمایاں اثرات رونماہوئے، بدعات ورسوم کی اصلاح، عقائد کی درستی، تبلیغِ دین اور فرقِ ضالہ سے مناظر وغیرہ میں ان حضرات کی جدوجہد لائقِ تحسین ہے۔ متعدد فضلاء نے سیاسی میدان اور وطنِ عزیز کے دفاع میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ تمسک بالدین، مسلک احناف کی سختی سے پابندی،اسلاف کی روایات کی حفاظت اور سنت کی مدافعت علماء حق کا شعار رہاہے۔

(ج) تصنیفِ انیق "مجموعہ صلوٰت الرسول "ﷺ:

مجموعہ صلوٰت الرسولؐ آپ کی عدیم النظیر تصنیف ہے جو اپنی ضخامت، ندرت اور علوم و معارف کے اعتبار سے ایک منفرد اور نادر کتاب ہے۔ یہ کتاب آپؒ کی تعلیمات اور افکار کا مرقع ہے جو آپ کے وہبی علم کا عظیم

شاہکار ہے۔ مجموعہ صلوٰت الرسولﷺ آپﷺ کی تعلیمات کی جامع تصنیف ہے جو متلاشیانِ حق کے لئے رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ ذیل میں کتاب کا مختصر تعارف کیا جاتا ہے۔

مجموعہ صلوٰت الرسولﷺ کا اجمالی تعارف:

رسول اکرم ﷺ کی شان میں درودو سلام پیش کرنے کے سلسلے میں یہ کتاب عربی میں تیس پاروں پر مشتمل ہے۔ ہر پارہ 84 صفحات پر محیط ہے۔ کتاب کی کل پانچ جلدیں ہیں۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ درود پاک کا یہ عظیم الشان مجموعہ بے شمار درودو سلام کے علاوہ بسم اللہ کے فضائل اور ذکر کے فضائل پر مشتمل ہے۔ نبی ﷺ کی مبارک احادیث موجود ہیں۔ دعا مانگنے کے طریقہ کے ساتھ ساتھ دعاؤں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ہر پارے سے پہلے اردو میں چند فضائل بیان کیے گئے ہیں تاکہ مجموعہ کا کچھ تعارف ہو جائے۔

پہلا پارہ نبی کریم ﷺ کے مبارک نور سے متعلق ہے۔ دوسرا پارہ خصوصی طور پر نبی ﷺ کی شان میں صلوٰۃ وسلام کے متعلق ہے۔ تیسرا پارہ حضور ﷺ کے تمام جسم اطہر کے اعضاء پر صلوٰۃ وسلام کے متعلق ہے۔ چوتھا پارہ آپ ﷺ کے لباس اور عام استعمال کردہ اشیاء کے متعلق ہے۔ پانچواں پارہ آپ ﷺ کے عالی اور پاکیزہ حسب ونسب کے متعلق ہے۔ چھٹا پارہ آپ ﷺ کے شرف وشرافت کے بارے میں ہے۔ ساتواں پارہ آپ ﷺ کے اسماء وصفات کے متعلق ہے۔ آٹھواں پارہ آپ ﷺ کے سید وسردار ہونے کے بارے میں ہے۔ نواں پارہ آپ ﷺ کی تعریف وفضیلت کے بارے میں ہے۔ دسواں پارہ آپ ﷺ کے اسراء ومعراج کے سفر کے بارے میں ہے۔ گیارھوں پارہ حضور ﷺ کی تسبیح و تہلیل سے متعلق ہے۔ بارھواں پارہ حضور ﷺ کی صفت حلم اور خواب کے بارے میں ہے۔ تیرھواں پارہ آپ ﷺ کی دعا والتجا کے بارے میں ہے۔ چودھواں پارہ آپ ﷺ کے کلام و گفتگو کے بارے میں ہے۔ پندرھواں پارہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے بارے میں ہے۔ سولہواں پارہ آپ ﷺ کی شان، عزت وعظمت کے بارے میں اٹھارواں پارہ آپ ﷺ کے اقتدار واختیار کے متعلق ہے۔ انیسواں پارہ حضور ﷺ کے متعلق آیتوں اور بشارتوں کے سلسلہ میں ہے۔ بیسواں پارہ حضور ﷺ کی محبت اور ان کے محبوب ہونے کے بارے میں ہے۔ اکیسواں پارہ حضور ﷺ کے علم غیب کے بارے میں ہے۔ بائیسواں پارہ حضور ﷺ کے معجزات کے بارے میں ہے۔ تئیسواں پارہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے دُعاؤں کے بارے میں ہے۔ چوبیسواں پارہ امرونہی کے متعلق احکام پچیسواں پارہ آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے متعلق

ہے۔ چھبیسواں پارہ آپ ﷺ کے عالی اخلاق کے متعلق ہے۔ ستائیسواں پارہ آپ ﷺ کے رشتہ داروں کے متعلق ہے۔ اٹھائیسواں پارہ آپ ﷺ کے ساتھ معیت و رفاقت کے متعلق ہے۔ انتیسواں پارہ آپ ﷺ کے مقام محمود کے متعلق ہے۔ تیسواں پارہ حضور ﷺ کی بہترین امت ہونے کے متعلق ہے۔[9] تیس اجزاء پر مشتمل اس تصنیف کا ہر جزو حضور ﷺ کی کسی نہ کسی شان کے بیان پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اپنے اندر بے شمار محاسن کو سمیٹے ہوئے ہے اس کے چند نمایاں اوصاف درج ذیل ہیں۔ 1. رسول کریم ﷺ کی شان میں درود و سلام پیش کرنے کے سلسلے میں یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

2. کتاب کے کل تیس پارے ہیں اور ہر پارہ 84 صفحات پر مشتمل ہے قابل تعجب بات یہ ہے کہ تمام پارے ایک جیسے ہیں کوئی بڑا چھوٹا نہیں۔

3. ہر پارے کی ابتداء بسم اللہ سورۃ فاتحہ سے اور انتہا سورۃ اخلاص پر ہوتی ہے۔

4. حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر، آپ کے لباس مبارک، اوصاف و اخلاق غرضیکہ ذاتِ نبویؐ سے متعلق ہر شے پر درود صلوۃ پر مشتمل ہے۔ محبتِ رسولؐ کا یہ عظیم شاہکار ہے۔

5. حضور اکرم ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کے بیان کے ساتھ ساتھ یہ مجموعہ آپؐ کے خصائص، کمالات اور مختلف شانوں کو بھی انتہائی مؤثر پیرائے میں بیان کرتا ہے۔

6. مصنفؒ نے اہلِ بیتِ رسولؐ، اصحابِ بدر اور دیگر اجل صحابہ کرام کے ذکر اور اسمائے مبارکہ کو اپنی کتاب کا حصہ بنایا۔

7. درودِ پاک کے اِس مجموعہ میں کم و بیش تین سو انبیاء کرام پر درود و سلام کا تذکرہ ملتا ہے۔

8. بظاہر یہ درود شریف کی تالیف ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی تحمید، تہلیل، تکبیر اور تسبیح نیز اسمائے حسنیٰ کے ساتھ منوّر ہے۔

9. تیس اجزاء پر مشتمل اس تصنیف کا ہر جزو حضور ﷺ کی کسی نہ کسی شان کے بیان پر مشتمل ہے۔

10. قرآن مجید کی حلال، حرام حقوق، فرائض اور واجبات پر مشتمل آیات میں سے تقریباً 453 آیات ان تیس پاروں میں موجود ہیں۔

11. خواجہ صاحبؒ کی تصنیفِ انیق تصوف و طریقت کے اسرار و رموز کا بحر ذخار تو ہے لیکن ساتھ ساتھ اس میں مختلف علوم و فنون کا اجمالی ذکر بھی ملتا ہے۔ مثلاً علمِ طب، علمِ نفسیات، علم الاشکال، علم کتابت، علمِ

ریاضی، علم الحروف، علم التاریخ، علم الانساب، مجموعہ صلوٰۃ الرسول کے مختلف مقامات و اجزاء میں یہ بیان تعلیماتی اور اطلاقی انداز سے کیا گیا ہے۔[10]

مذکورہ کتاب آپ کے کمالات پر شاید ہے۔اس کتاب کے علوم قرآن و حدیث سے اخذ کیے گئے ہیں۔علاوہ ازیں یہ کتاب درود و سلام اور وظائف کا ایک نایاب مجموعہ ہے۔خواجہ علیہ الرحمہ نے اپنی اس کتاب کی ترتیب تیس پاروں پر رکھی ہے اور اپنے مریدین کو یہ نصیحت کی روزانہ ایک پارہ یا نصف پارہ اس کی تلاوت کی جائے۔کم از کم ربع پارہ تلاوت روزانہ کے معمول میں شامل کی جائے۔اگر مخلوقِ خدا کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو ایک مجلس میں اس کا پڑھنا تمام آفات و بلیات، قحط، وباء، طاعون اور مصائب سے نجات کے لئے مجرب ہے۔[11]

آپ کی یہ تصنیف آپ کے حال کی عکاس ہے۔اس میں آپ نے اپنے احوال و تعلیمات کو بیان کرنے کے لئے روایتی طریقہ کی طرح کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ دُعا کا طریق اختیار فرمایا۔آپ نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں اس مقام پر فائز ہوں بلکہ فرمایا اے اللہ مجھے اس مقام پر فائز کر دے۔دُعا ایک ذہنی رویہ اور طرز فکر ہے جو دعا کرنے والے کے طرز عمل کو متعین کرتی ہے۔بعینہ مجموعہ صلوٰت الرسول ﷺ صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ قاری کے ذہنی رویّے اور طرز فکر کی تربیت کا ضابطہ ہے جو اسے ایک محمود طرز عمل تک لانے کا ذریعہ بنتا ہے۔[12]

2۔خواجہ محمد محمودالرحمٰنؒ:

محمد محمود الرحمٰن چھوہرویؒ خانقاہ قادریہ کے بانی خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہروی کے بیٹے تھے۔آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کی ولادت کی خوشخبری حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے والد بزرگوار کو قبل از ولادت دے دی تھی۔[13] آپ کی ولادت 1907ء میں اپنے آبائی گاؤں چھوہر میں ہوئی۔آپ نے بچپن اپنی والدہ محترمہ کی تربیت میں گزارا جو ضلع ایبٹ آباد کے گاؤں "گوجری" کی متورع و متشرع بزرگ ہستی میاں برکت اللہؒ کی عابدہ، زاہدہ اور شب بیدار صاحبزادی تھیں۔آپ نے اپنے شیخ (والد) کے زیر سایہ مجاہدہ، ریاضت اور تربیت کے تمام مراحل انتہائی عزم و ہمت اور جانفشانی سے طے کئے۔خواجہ عبدالرحمٰن چھوہرویؒ نے پہلے سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمایا اور جب آپ نے منازل سلوک طے کر لیں تو پھر بعد میں

چاروں سلسلوں میں بھی اجازت و خلافت عطا فرما دی۔ آپ کو اپنے شیخ سے والہانہ محبت تھی اور بڑی تن دہی سے ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے تاہم یہ محبت یک طرفہ نہ تھی بلکہ حضرت عالی چھوہرویؒ بھی آپ سے حد درجہ محبت کرتے تھے اور سفر و حضر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کی وفات کے بعد احباب و مریدین نے دستار خلافت آپ کے بڑے بھائی حضرت فضل الرحمٰنؒ المعروف چن پیر کے سر پر رکھنا چاہی مگر انھوں نے دستار خلافت قبول کرنے کی بجائے آپ کو مسند نشینی کا اہل قرار دیا۔ جانشینی کے بعد آپؒ کے اخلاص، للّٰہیت اور جذبے نے خانقاہ قادریہ کو مرجع خاص و عام بنا دیا۔ خانقاہ کو عوامی سطح پر جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ آپ ہی کی محنت و خلوص کا نتیجہ ہے۔ ذکر و اذکار و دیگر باطنی اشغال نے خانقاہ کے ماحول کو پر کیف اور اثر انگیز بنا دیا تھا اور کوئی بھی شخص اس ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ سلاسل تصوف کی جامعیت نے آپ کی سوچ میں جو اعتدال و توازن پیدا کر دیا تھا اس کی وجہ سے مسلکی اور فروعی اختلافات سے بالاتر ہو کر ہر طبقے کے لوگ تزکیہ نفس کے لئے اس خانقاہ کا رخ کرتے اور انسان دوستی اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم کے ساتھ اجتماعیت کا درس حاصل کرتے۔[14]

آپؒ بھی اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ چھوہرویؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دعوت الی الحق اور مخلوق خدا کی اصلاح و تزکیہ نفوس کے سلسلے میں یکسوئی سے اپنی خدمات پیش کرتے رہے آپ کی دینی و اصلاحی فکر کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

(الف) تصوف کا عملی اطلاق:

آپ کے نزدیک تصوف صرف رسم و رواج یا روایتی اعمال کا نام نہیں بلکہ یہ احوال و اعمال کی دنیا کو منقلب کر دینے کا نام ہے۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز میں ہر ہر ذکر، دعا اور طرزِ عمل کے اس گوشے اور پہلو کو بیان کر دیا جو اس کے عملی اطلاق کے لئے ضروری تھا۔ آپ نے احوال و تعلقات اور اعلیٰ منازلِ تصوف کو صرف تخیّل و اسرار کی دنیا تک محدود نہیں رکھا تھا۔ آپ تصّوف کو محض ذہنی آسودگی اور انفرادی تزکیہ تک ہی محدود نہیں کرتے تھے اور نہ ہی آپ کے نزدیک تصوّف گوشہ نشینی و عزلت نشینی ہی کا نام تھا بلکہ اس کے بر عکس آپ تصوّف کو عملیت پسندی اور اجتماعی ذمہ داری کے تناظر میں دیکھتے تھے۔ تصوّف کے حوالے سے آپ کا ذہن بڑا عملیت پسند تھا۔ آپ کے نزدیک تصوّف ظاہری طور پر محض ذہنی آسودگی اور روح حیوانی کی تسکین کا نام نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ عقل و شعور کی بالیدگی اور قلب کے پختہ عزم و

ہمت کے ساتھ انسانی معاشرے کے لئے بہترین فکر و عمل کی تحریک پیدا کرنا تصوّف کا انتہائی اعلیٰ مقصد ہے۔[15]

آپ کی تعلیمات میں وصالِ حق اور معرفتِ ربّ کے حصول کا مئوثر اور زود رساں موجود ہے جس پر عمل کر کے سالکانِ حق اپنے سفر کو طے کر سکتے ہیں۔آپ کے طریقِ تصوّف کے چند نمایاں اجزاء یہ ہیں:

1۔مجاہدہ:

آپ کے نزدیک مجاہدات سالک کے لئے بہت ضروری ہیں۔یہ مجاہدات حصولِ وصل کے امین اور سالک کو فراق و ہجر کی وادیوں سے نکالنے والے ہیں۔آپ کی تعلیمات میں ایک مربوط و منظم سلسلہ مجاہدہ سے گزرنے کی تربیت پائی جاتی ہے۔[16]

2۔پاس انفاس:

آپ کے ہاں پاس انفاس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔پاس انفاس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے خالی نہ ہو۔آپ کے ہاں کسی بھی سانس کا خالی رہ جانا کبیرہ گناہ ہے۔ہر وقت اس محبوب حقیقی کے ذکر میں مستغرق رہنا پاس انفاس کی حقیقت ہے۔پاس انفاس کا مقصود اس منزل کا حصول ہے جہاں وہ **تصوّر** جس سے سفر کا آغاز ہوا تھا وہ **حقیقت** میں تبدیل ہو جائے۔آپ کی افکار بنی تصور شیخ کے نور کے ذریعے استحکام نسبت، ربطِ قلبی اور الحاقِ اصلی کے بعد جس امر کی بہت تاکید ملتی ہے وہ "دم" یعنی پاس انفاس کی قدر و قیمت ہے۔[17]

3۔تصحیح خیال:

تصحیح خیال سے مراد اپنے بیگانے سے تعلق دلی کو توڑ کر اپنے دل کو اللہ کے ساتھ لگا لینا، ماسوائے اللہ کے دل کا تمام اغیار سے پاک ہو جانا ہے۔

آپ کے نزدیک سالک کے لئے وہم اور تشکیک ایک خطرہ ہے۔جب تک سالک وساوس، اوھام اور شکوک سے مبرا و منزہ نہ ہو جائے وہ خیالی خیال سے حقیقت کی طرف سفر نہیں کر سکتا۔لہٰذا خیال کی تصحیح ضروری ہے۔[18]

4۔تربیت طریقِ عشق:

آپؒ نے اپنے طریقہ تعلیم و تربیت کی بنیاد و اساس عشق حقیقی کو قرار دیا۔ جذبہ عشق و محبت ہر تحریر و تصنیف میں نمایاں نظر آتا ہے۔ اور ہر تعلیم اور ہر واعظ سے واضح معلوم کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے ہاں قابل قدر شے صرف عشقِ حقیقی ہے اور بقیہ سب کچھ اس کی تفصیل ہے اور شے کی حقیقت اور اہمیت اس سے کم ہے۔ [19]

(ب) شریعت کی پابندی اور التزام:

خواجہ محمود الرحمٰنؒ کی شخصیت شریعت کی پابندی کا نمونہ تھی۔ آپ کی خانقاہ کا ماحول سنت کی پابندی کا عملی نمونہ پیش کرتا تھا۔ اپنے متعلقین کو بھی اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ کے باطنی کمالات اور اوصاف شریعت کے تابع تھے۔ آپ کی طبیعت عملیت پسندی اور حقیقت پسندی کی طرف مائل تھی اور آپ ہر اُس عمل سے متنفر اور بیزار تھے جس میں شریعت کی پابندی کو ملحوظ نہ رکھا جاتا ہو۔ آپ نے اپنے مریدین اور متعلقین کی تربیت پر بڑا زور دیا۔ عام معمولاتِ زندگی میں شریعت کی پابندی کی تلقین کرتے۔ گناہ کی حفاظت حتیٰ کہ خیال کی حفاظت پر بھی بہت زور دیتے۔ بری محفل، فحش مجلس، غیر شرعی افعال اور وقت کے ضیاع سے منع فرماتے۔ دینی و دنیاوی معاملات میں تربیت و اصلاح فرماتے ہوئے اپنے وابستگان کی طبیعت و میلان کا بھی خصوصی لحاظ رکھتے۔ زندگی کی مشکلات کا سامنا استقلال اور یادِ الٰہی پر استقامت سے کرنے کی تلقین فرماتے۔ ثابت قلبی و ثابت قدمی آپ کی اصلاح کا بنیادی جزو تھا۔ 20

(ج) اجتماعی تزکیہ اور طریقت کا باہمی ربط:

شریعت کے التزام کے ساتھ ساتھ طریقت میں بھی آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔ آپ نے اکابرین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے طریقت و سلوک کے ذریعے معاشرے میں اجتماعی تزکیہ اور اخلاقی اقدار کے حوالے سے کام کیا۔ آپ کی روحانی تعلیمات میں محدودیت اور رجائیت کے بجائے وسعت اور عالمگیریت ہے جس کی وجہ سے ہر طبقہ اور ہر مسلک کے لوگ آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کے نزدیک اصلاحِ نفس کے لئے اولیاء اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [21] "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کی صحبت اختیار کرو" آپ کے ہاں اجتماعی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے۔ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اجتماعی اصلاح کی جد و جہد ضروری ہے۔

(د) دینی و عصری طلباء کا اشتراک فکر و عمل:

خواجہ محمد محمود الرحمٰنؒ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کے سرپرست اور مدرسہ کی مجلس شوریٰ کے صدر تھے۔ دارالعلوم کے استحکام و فروغ کے لئے بڑی کوششیں سرانجام دیں۔ آپؒ کے مطابق مروجہ دینی و عصری تعلیم اور اس کے حاملین ایک دوسرے کے بغیر نامکمل اور ادھورے ہیں۔ چنانچہ دونوں میں باہمی اتحاد و اتفاق پیدا کرنا اور مل کر چلنے کے جذبہ کو بیدار کرنا ہوگا۔ اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آپؒ نے 1357ھ/1937ء میں ایک ٹرسٹ "رحمانیہ" قائم کیا۔ جس میں عصری تعلیمی اداروں کے طلباء کی فکری تربیت کے کام کو تنظیمی شکل دے کر ان کے لئے عملی جدوجہد کا ایک باقاعدہ پلیٹ فارم مہیا کیا درس قرآن و دینی علوم کے علاوہ عصری تعلیم کے لئے پرائمری کلاسوں کا اجراء فرمایا۔[22]

آپ کے والد خواجہ چھوہرویؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں اپنی تصنیف "مجموعہ صلوات الرسول ﷺ" کی طباعت کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا چنانچہ یہ خواہش خواجہ محمد محمود الرحمٰنؒ کے دور جانشینی میں پایہء تکمیل کو پہنچی۔ آپ کا انتقال 79 سال کی عمر میں 1986ء میں ہوا۔[23]

3۔ خواجہ محمد طیب الرحمٰنؒ:

خواجہ محمد طیب الرحمٰنؒ کا سن ولادت 1935ء ہے۔ آپ قطب عالم خواجہ عبدالرحمٰن چھوہرویؒ کے پوتے اور خواجہ محمود الرحمٰن کے بیٹے ہیں۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے فکر و شعور کی بالیدگی اور ارتقاء کا دور اپنے شیخ و مرشد والد بزرگوار خواجہ محمودالرحمٰن کی تربیت میں گزارا۔ آپ نے دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ (ہری پور) میں ہی رہ کر مکمل انہماک اور توجہ سے درس نظامی کے ابتدائی درجات کی کتب پڑھیں اور مزید تعلیم کے لئے دارالعلوم حزب الاحناف (لاہور) تشریف لے گئے اور پچیس سال کی عمر میں تمام ظاہری علوم سے فراغت حاصل کی۔ لاہور میں مدرسہ میں دن کو اکتساب علم کرتے اور رات کو حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضر رہتے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت داتا صاحب کا مزار طالبان حق کے لئے بہترین راہنما ہے۔ آپ اپنی زندگی کے ساٹھ سال گزار کر 16 شوال 1415ھ بمطابق 1995ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔[24]

خواجہ محمد طیب الرحمٰن اپنے مشائخ کی روایات کو باقی رکھنے کے ساتھ ساتھ خدمت خلق اور دین و دنیا کے علوم میں حسین امتزاج کا عنصر اپنے مشن میں شامل کیا جس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

(الف) دین اور دنیا میں اعتدال کی تعلیم:

ہمارے ہاں بعض حضرات نے دین و دنیا کی تفریق اس بنیاد پر کر رکھی ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر ذکر و تلاوت جیسی عبادات تو "دین" ہیں اور سیاست، معیشت اور تجارت کے امور "دنیا" کے کام ہیں۔تاہم حضرت اس طرز فکر کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ان تمام امور میں اعتدال اختیار کرنے اور تمام حقوق کو بطورِ احسن ادائیگی کی تعلیم فرماتے ہیں۔[25] دین اور دنیا کی اس تفریق کے سلسلے میں شاہ عبدالقادرؒ کا قول زریں یاد رکھنے کے قابل ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

"نیک نیتی سے ملک کی (سیاسی، معاشی اور دفاعی) طاقت پیدا کرنے کی کوشش کیجائے، سب دین ہی ہے۔۔۔۔۔صالح نیت سے حکومت کی ترقی کا جو بھی کام کیا جائے، سارے کا سارا دین ہی دین ہے۔"[26]

(ب) خدمت خلق:

آپ نے اپنے عہد کے پیر خانوں کے رواجات اور خانقاہی رسومات سے ہٹ کر لوگوں کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔تزکیہ نفوس، اصلاح اخلاق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض کی ادائیگی کے تمام امور میں خدمت خلق کا جذبہ ہی کار فرما تھا۔آپ اپنے مہمان خانے پر دینی علوم کے طلباء کی پرورش اور فقراء و مساکین کی خود خدمت کر کے خوش ہوتے۔خدمت خلق کا جو جذبہ آپ کے دل میں تھا وہ آپ کے عمل سے ظاہر تھا۔آپ نے دعوت الی الحق میں مساکین کو کھانا کھلانے کی افادیت کو پیش نظر رکھ کر اس میں مزید ترقی دی ،آپ کے مہمان خانے پر آنے والے سائلین و مساکین اور مسافرین کی حسن خلق، ایثار، مہمان نوازی، تواضع اور مساوات سے خدمت کی جاتی اور ان کی ظاہری و باطنی امداد کو ہر حالت میں مقدم رکھا جاتا۔ہر خاص وعام آپ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا اور آپ کی مجلس سے فیض یاب ہوتا۔[27]

(ج) عصری وجدید سائنسی علوم سے استفادہ:

آپ کے مطابق بھی مروجہ دینی و عصری تعلیم اور اس کے حاملین ایک دوسرے کے بغیر نامکمل اور ادھورے ہیں۔چنانچہ دونوں میں باہمی اتحاد و اتفاق پیدا کرنا اور مل کر چلنے کی سوچ کو بیدار کرنا ہوگا۔دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ کے انتظامی امور کی اصلاح کے ساتھ ساتھ آپ نے عہد حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور آج کے انسان کے مزاج کے مطابق روحانی تعلیم و تربیت کو رواج دیا۔آپ کے نزدیک مسلمانوں کے لئے ترقیات کے حصول کے لئے جدید سائنسی علوم سے استفادہ ناگزیر ہے۔نیز اس بناء پر ان علوم کی مخالفت کہ یہ غیر

مسلموں کے زیر اثر ہیں اس لئے ان کی تحصیل بھی غیر اسلامی ہے قطعاً درست نہیں۔ چنانچہ آج کے معروضی حالات کے پیش نظر دنیا کی قیادت و سیادت کے لئے ان علوم سے استفادہ میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ مغرب کے سائنسی علوم اور وہ فنون جو ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوں ان کو سیکھا جائے لیکن ان کی تہذیب سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اس بات کا شعور پیدا کرنا ضروری ہو گا کہ جدید سائنسی ترقیات چونکہ سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہیں اس لئے انسانی فلاح کے عالمگیر اثرات مرتب نہیں ہو رہے۔ اسلام اور مغرب تعلقات کے حوالے سے آپ کی فکر یہ تھی کہ ہمیں ان کے علوم و فنون اور نظم و نسق جیسی خصوصیات اخذ کرنے کو خلاف اسلام نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس حوالے سے آپ کی سوچ مغرب کی تہذیب سے زیادہ اس کے ظالمانہ نظام کے خلاف تھی۔[28]

4۔ خواجہ محمد احمد الرحمٰن:

خواجہ محمد احمد الرحمٰن اپنے والد خواجہ محمد طیب الرحمٰن کے انتقال کے بعد 1995ء کو مسند نشین ہوئے۔ اشاعت اسلام اور دین کی خدمت کا جذبہ ان کے دل میں بہ عہد طفلی موجزن تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے شیخ والد بزرگوار خواجہ محمد طیب الرحمٰنؒ اور دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ کے قابل اساتذہ سے حاصل کی اور فراغت کے بعد جامعہ کی مجلس شوریٰ کے صدر کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور دار العلوم کے تعلیمی اور انتظامی امور کی نگرانی کرتے ہیں۔ آپ کے علم میں تھا کہ آپ کے جد امجد حضرت خواجہ چھوہرویؒ کی خوشنودی کا انحصار دار العلوم کی خدمت و فروغ میں ہے اس لئے آپ کو دار العلوم سے بڑا گہرا لگاؤ تھا لہٰذا آپ نے دار العلوم کی خدمت کو اپنی زندگی کا شعار بنالیا۔[29]

خواجہ محمد احمد الرحمٰن اس وقت خانقاہ قادریہ کے جملہ امور کے نگران ہیں آپ اپنے بزرگان و مشائخ کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ خلق خدا کی اصلاح باطن کے لیے ان کا تعلق اپنے جد امجد کی طرح خانقاہ سے مربوط رکھا اور مسلسل ان کی تربیت فرمارہے ہیں۔ آپ کے ہاں مدارس و علماء کا اپس میں اتحاد امت مسلمہ کی ترقی کا بنیادی سبب ہے جیسا کہ ذیل کی سطور سے واضح ہوتا ہے۔

(الف) مدارس کی تنظیم اور علماء کی ذمہ داریاں:

آپ کی یہ خواہش ہے کہ عربی مدارس ایک سلسلے میں منسلک ہوں، اوران کی تنظیم کی جائے، علماء کم سے کم سال میں ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہوں، ایک دوسرے کے خیالات اور کوششوں سے واقف ہوں، اور اشتراک عمل کی صورت پیدا کریں، مدارس کے اساتذہ وطلبا اسلام کے احیاء اور مسلمانوں کی از سر نو زندگی کی کوشش کریں اور حقیقی اسلام کی تبلیغ کی کوشش کریں اوران کا تزکیہ کریں۔ پہلے قدم سے خالص پیغمبرانہ اصول پر اور اسلاف کے نقش قدم پر انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں۔ عوام کے مقابلے میں علماء کو یہ امتیاز ہونا چاہیئے کہ وہ اسلامی نظام سے دوسرے نظاموں کا تقابل کر کے اسلامی نظام کی برتری کو علمی حیثیت سے بھی سمجھتے ہوں، اوراس علم و تحقیق سے ان کے ایمان، اسلامی نظام کی محبت وترجیح اور غیر اسلامی نظاموں کی نفرت میں اوراضافہ ہونا چاہیے۔ آپ کے ہاں ان کو دنیا میں اس نظام کو قائم کرنے کا جذبہ اور ولولہ ہو، اور وہ اس کے پر جوش داعی اور مبلغ ہوں، اوران میں اس کے لیے قربانی اور ایثار کا جذبہ ہو۔[30]

(ب) مدارس دینیہ کی ترقی اور توسیع کی ضرورت:

آپ چاہتے ہیں کہ مدارس دینیہ ترقی کریں تاہم بعض چیزوں میں اصلاح کی ضرورت ہے، اور ہم اس کے داعی ہیں، اور داعی رہیں گے، ہم اس موقف پر ہیں کہ ہمیشہ جائزہ لیتے رہیں مدارس کا اور جن چیزوں کی ضرورت ہو، اسلام کے اصول، کتاب وسنت کے رہنما اصول کی روشنی میں ان کا اضافہ کرتے رہیں، اس کے باوجود یہ جیسے کچھ بھی مدارس ہیں، جہاں چٹائیوں پر لوگ پڑھتے ہیں، یا جو اتنے ترقی یافتہ نہیں ہیں جیسے اور بڑے بڑے مدارس ہیں، یہ سب غنیمت ہیں، ایک بہت بڑی نعمت ہیں، ان کی وجہ سے اسلام آج پاکستان و ہندوستان میں اپنی خصوصیات کے ساتھ قائم ہے، آپ دنیا کے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں اور آپ کو بھی یہ سمجھنے کا موقع ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم اس برصغیر کے مسلمانوں کو اپنے کتنے بڑے کرم سے نوازا ہے، آج اس گئی گزری حالت میں اور اس دورِ مادیت میں جو انقلابات آتے ہیں سیاسی بھی غیر سیاسی بھی، یہ کس چیز کا نتیجہ ہے ؟ کون اس کے شروع کرنے والے تھے ؟ یہ انہی مدارس کے طالب علم تھے اور یہیں کے اساتذہ سے انھوں

نے پڑھا ہے۔آپ کا یہ پیغام ہے کہ ان مدارس کو قائم رکھا جائے، ان کی خدمت ایمان اور اہل ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔[31]

نتیجہ بحث:

نتیجہ بحث یہ کہ صوفیائے کرام ملت اسلامیہ کا وہ طبقہ ہیں جنہوں نے ہر دور میں اپنے تقوی، روحانی پاکیزگی اور کردار کی قوت سے اسلام کے ظاہر و باطن کی حفاظت کی۔ فروغ دین اور دعوت اسلام کے لئے صوفیائے کرام کا کردار اور خدمات ہماری تاریخ کا روشن باب ہیں۔ مشائخ چھوہر نے بھی اپنے دور کی روایتی خانقاہوں کے برعکس دینی، فکری اور شعوری میدان میں بھرپور کردار ادا کیا۔اس خانقاہ کے مشائخ نے انفرادیت پسندی کی سوچ کی نفی کرتے ہوئے اجتماعی اصلاحی رجحانات کو فروغ دیا۔ نیز فرقہ واریت اور مذہب کو گروہی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی نفی کی۔اس خانقاہ کے مشائخ نے سرمایہ دارانہ سوچ کی سخت مذمت کی اور خود کو محض روحانیت تک محدود رکھنے کی بجائے اسلام کے حقیقی معاشی نظام کو بھی اجاگر کیا۔ان حضرات کا ماننا ہے کہ شرعی اور روحانی نظام کو غالب کرنے کے لئے سیاسی نظام کا ہاتھ میں ہونا بہت ضروری ہے۔اس لیے کہ تہذیب وتمدن بھی اسی قوم کا غالب ہوگا جس کا سیاسی نظام غالب ہوگا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس خانقاہ کے مشائخ کے "فلسفہ جامعیتِ دین" کو اجاگر کیا جائے تاکہ سوسائٹی میں شریعت، طریقت اور سیاست کی جامع فکر تشکیل پائے۔ یقیناً اس عمل سے جہاں خانقاہی نظام کے حقیقی فلسفے کو سمجھنے میں مدد ملے گی وہیں دین کے عصری اور سماجی تقاضوں کا بھی شعور بھی حاصل ہوگا، جس کی ہمارے سماج کو سخت ضرورت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1. قادری، مولانا محمد اعظم، ڈائریکٹری علماء کرام و مدارس اہل سنت، سنی علماء کونسل، ایبٹ آباد 2015ء، ص1

2. خانقاہ کے تعارف کے سلسلے میں مواد خواجہ محمد احمد الرحمٰن حالیہ مسند نشین سے حاصل کی گئی

3. شامی، علامہ محمد سجاد، مجموعہ صلوات الرسول کا مختصر تحقیقی جائزہ، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ،ہری پور2015ء، ص30

4. قادری، محمد عبدالرشید، حالات و کمالات سلطان عارفان خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہرویؒ، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور2012ء، ص39

5. قادری، محمد عبدالرشید، مجموعہ صلوات الرسول کے آئینہ میں حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور2013ء، ص9

6. قادری، محمد عبدالرشید، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور2012ء، ص4

7. دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور کے اساتذہ کے اسمائے گرامی، فضلاء و طلباء کے اعداد و شمار راجہ محمد یوسف جامعہ ھذا کے ناظم سے بالمشافہ مل کر حاصل کیے گئے۔ راجہ محمد یوسف کا تعلق جہلم کے گاؤں پنڈ راجول سے ہے۔ ان کی سن پیدائش 1945ء ہے۔ پیشے کے لحاظ سے زمیندار ہیں۔ خواجہ عبد الرحمٰن چھوہرویؒ سے روحانی تعلق قائم ہونے کے بعد دارالعلوم رحمانیہ کی پچاس سال سے خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

8. حافظ نذر احمد، جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان، مسلم اکادمی، محمد نگر، علامہ اقبال روڈ لاہور1972ء، ص45

9. مجموعہ صلوات الرسول کے آئینہ میں حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ، ص83

10. شامی، علامہ محمد سجاد، مجموعہ صلوات الرسول کا مختصر تحقیقی جائزہ، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ،ہری پور2015ء، ص12

11. مجموعہ صلوات الرسول کے آئینہ میں حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ، ص8

12. سیالوی، مولٰنا محمد اشرف، مجموعہ صلوات الرسول مترجم، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور1995ء، ص7

13. حالات و کمالات سلطان عارفان خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہرویؒ، ص59

14. حالات و کمالات سلطان عارفان خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہرویؒ، ص61

15. مجموعہ صلوات الرسول مترجم، دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ص7

16. تنولی، ڈاکٹر طاہر حمید، مکتوباتِ رحمانیہ، انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ لاہور2006، ص38۔

17. مکتوباتِ رحمانیہ، ص35۔

18. مکتوباتِ رحمانیہ، ص37۔

19. مکتوباتِ رحمانیہ، ص15

20. مجموعہ صلوات الرسول کا مختصر تحقیقی جائزہ،، ص45

21. التوبہ، 9:119۔

22. مجموعہ صلوات الرسول کے آئینہ میں حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ، ص9

23. مجموعہ صلوات الرسول کا مختصر تحقیقی جائزہ، ص36

24. حالات و کمالات سلطان عارفان خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہرویؒ، ص68

25. اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ، ص4

26. ندوی، ابوالحسن، سوانح حضرت مولٰنا شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص279

27. مجموعہ صلوات الرسول کا مختصر تحقیقی جائزہ، ص42

28. مجموعہ صلوات الرسول مترجم، ص11

29. حالات و کمالات سلطان عارفان خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہرویؒ، ص80

30. مجموعہ صلوات الرسول کا مختصر تحقیقی جائزہ، ص47

31. مجموعہ صلوات الرسول کا مختصر تحقیقی جائزہ، ص48